 

19-09-2016

خطبۂ حج

مفتی منیب الرحمٰن

گزشتہ پینتیس سال سے مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز آل شیخ خطبۂ حج دے رہے تھے، اس سال علالت اور ضعف کی وجہ سے وہ یہ اعزاز حاصل نہ کرسکے۔ اس سال ابتدا میں اُن کی جگہ شیخ صالح بن حُمید کا نام آیا، لیکن پھر کسی وجہ سے تبدیلی کردی گئی اور آخرِ کار شیخ عبدالرحمٰن السُدیس نے خطبۂ حج دیا اور یوم عرفہ کو مسجد نمرہ میں امامت کے فرائض انجام دیے۔ اُن کے بیان کے مطابق سعودی عرب کے حجاج کے علاوہ اِس سال تقریباً دو سو ممالک کے پندرہ لاکھ حُجاج کرام نے فریضۂ حج ادا کیا۔

خطبۂ حج دراصل سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے خطبۂ حجۃ الوداع کا توارُث وتسلسل ہے، جو آپ ﷺ نے آج سے 1426 سال پہلے دس ہجری کو میدانِ عرفات میں اپنی ناقۂ مبارکہ قُصویٰ پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا تھا اور آپ کے سامنے حاضر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ یہ خطبہ معراج النبی ﷺ کے واقعے کے طرح حدیثِ مبارک کی کسی ایک کتاب میں پوری ترتیب کے ساتھ مَروی (Narrated) نہیں ہے، بلکہ یہ متفرق طور پر کئی کتبِ احادیث میں مذکور ہے۔ کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخِ اسلامی کے سربراہ وسابق ڈین فیکلٹی آف آرٹس ڈاکٹر نثار احمد نے بڑی محنت سے حوالہ جات کے ساتھ اس خطبے کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے اور یہ کاوش بلاشبہ قابلِ تحسین ہے۔ دراصل یہ خطبات رسول اللہ ﷺ نے متفرق مقامات اور مواقع پر ارشاد فرمائے تھے۔

ملّتِ ابراہیمی کے توارُث کے طور پر چار مہینے حُرمت والے چلے آرہے تھے، ان مہینوں میں جنگ وجدال ممنوع تھا، ان کا ذکر سورۂ توبہ آیت: 36 میں موجود ہے۔ لیکن کفارِ مکہ اپنی من پسند ترجیحات کے تحت ان مہینوں کی ترتیب میں ردوبدل یعنی تقدیم اور تاخیر کرلیا کرتے تھے، جسے قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ''نسیء'' سے تعبیر فرمایا۔ مگر جب ختم المرسلین ﷺ حجۃ الوداع میں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! (مہینوں کو مؤخر کرنا) محض کفر میں زیادتی ہے، اس سے کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے، وہ (قریش) کسی مہینے کو ایک سال حلال قرار دیتے ہیں اور اُسی کو دوسرے سال حرام قرار دیتے ہیں، تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری کرلیں، سو جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کرلیں، (التوبہ: 37)''۔ اور بے شک (ترتیب میں ان کی تقدیم وتاخیر کے باوجود) زمانہ گھوم پھر کر اُسی ترتیب کے مطابق آچکا ہے، جو آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے دن سے چلی آرہی تھی، سال بارہ مہینوں پر مشتمل ہے، اُن میں سے چار حرمت والے ہیں، اِن میں سے تین مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرّم متواتر ہیں اور (چوتھا) رجبِ مُضَر ہے جو جُمادی الثّانیہ اور شعبان کے درمیان آتا ہے، (سُبُلُ الْھُدیٰ وَالرَّشَاد فِیْ سِیرَۃِ خَیرِ الْعِبَاد، ج:8، ص483)''۔

رسول اللہ ﷺ کا خطبہ تاریخ انسانیت میں اسلامی عقائد، انسانی جان، مال و آبرو کی حرمت، حقوقِ انسانی، حقوقِ نسواں، زیردست طبقات کے حقوق اور اسلامی احکام کا ایک جامع منشور ہے۔ بعد کے ادوار میں 1215ء میں کنگ جون آف انگلینڈ کا جاری کردہ میگنا کارٹا، فرانس کا اعلانِ حقوقِ انسانی و باشندگان 1789ء، نوشتۂ حقوقِ امریکہ 1791ء اور 1948ء میں اقوامِ متحدہ کا جاری کردہ عالمی منشور برائے حقوقِ انسانی سب اسی خطبۂ حجۃ الوداع کا ناتمام توارُث اور تسلسل ہے۔ اُس سے پہلے حقوقِ انسانی کی کوئی جامع مقامی یا عالمی دستاویز تاریخ میں ثابت نہیں ہے۔

اِس سال 1437ہجری کے حج کے موقع پر امام الحج نے جو خطبہ ارشاد فرمایا، اُس کا ایک حصہ خطبے کے روایتی اجزا پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے دہشت گردی کی مذمت کی اور مطالبہ کیا کہ دہشت گردی کو کسی مذہب کے ساتھ نہ جوڑا جائے۔ اِس سے ہم سو فیصد متفق ہیں، کیونکہ عہدِ حاضر میں دہشت گردی کا سارا ملبہ اسلام پر ڈال دیا گیا ہے اور امریکا اور اہلِ مغرب کی نظر میں مسلمان اور دہشت گردی ہم معنیٰ سمجھ لیے گئے ہیں، اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ۔ ہمارے نزدیک دہشت گردی کی غیر مشروط مذمت کے ساتھ ساتھ اُس کے اسباب کا تعیُّن کر کے اُن کا اِزالہ بھی ضروری ہے۔ اس وقت عالمی سطح پر جو بھی اِقدامات کیے جارہے ہیں، اُن کی حیثیت دافعِ درد (Pain Killer) اور سکون آور (Tranquilizer) دواؤں سے سُن کرنے کی سی ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام تر عالمی کوششوں کے باوجود منظر میر تقی میر کے الفاظ میں کچھ یوں ہے:

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں، کچھ نہ دوا نے کام کیا دیکھا! اِس بیماریِ دل نے، آخر کام تمام کیا

یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ موجودہ عسکریت پسندی، شدت پسندی اور دہشت گردی کی تُخم ریزی (Seeding) کی ذمے داری میں امریکہ اور اہلِ مغرب بھی برابر کے ذمّے دار ہیں بلکہ اُن کا حصہ زائد ہے۔ انہوں نے جہادِ افغانستان سے لے کر لیبیا، عراق و شام تک جب اور جہاں چاہا، اِن عناصر کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ مشکل یہ ہے کہ اُن کا ریموٹ کنٹرول نظام اب غیر مؤثر ہوگیا ہے، اس لیے سارا ملبہ اسلام اور پاکستان پر ڈالا جارہا ہے۔ افغانستان میں امریکی افواج جدید ترین آلات اور سیٹلائٹ کنٹرول نظام کے ساتھ موجود ہیں اور اُن کی قیادت میں اُن کی اپنی تربیت یافتہ افغان افواج بھی شامل ہیں۔ لیکن آج بھی اگر افغانستان کے اندر دہشت گردی کا کوئی واقعہ ہوجائے، تو اُس کی ذمے داری پاکستان پر عائد کردی جاتی ہے۔ یہ وہی میمنے اور شیر والی کہانی ہے، جو ہم بچپن سے سنتے چلے آرہے ہیں، علامہ اقبال نے کہا ہے:

اے مرغکِ بے چارہ!، ذرا یہ تو بتا تو تیرا وہ گنہ کیا تھا؟، یہ ہے جس کی مکافات
تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے، اَزل سے ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

امام الحج نے حکمرانوں کو عوام کے حقوق کی جانب متوجہ کیا، لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ سارے خطبات اور خطابات محض نظریاتی اور اِطلاقی و عمومی (Generalized) ہوتے ہیں، بر سرِ زمین موجود حقائق پر اُن کی تطبیق نہیں کی جاتی، ورنہ میں نے گزشتہ سال بھی لکھا تھا کہ سعودی عرب میں "کفیل" کا ادارہ عہدِ قدیم کی غلامی کی جدید شکل ہے اور آج بھی اخباری اطلاعات کے مطابق سینکڑوں یا ہزاروں مزدور سعودی عرب میں کیمپوں میں پڑے ہوئے ہیں اور اُن کو گزشتہ ایک سال یا کئی مہینوں سے تنخواہیں نہیں ملیں

امام الحج کو اُن مظلومین کی نشاندہی کرنی چاہیے تھی، لیکن نہ ہو سکی۔ دراصل خطبۂ حج کی اصل حیثیت عہدِ رسالت مآب ﷺ اور عہدِ خلافتِ راشدہ میں آج کل صدر امریکا کے "اسٹیٹ آف دی یونین ایڈریس" کے مشابہ تھی اور یہ خطبہ سربراہ ریاست و مملکت اپنی حکومت کی پالیسی کے طور پر جاری کرتا تھا، جب کہ آج اس کی حیثیت محض واعظانہ اور اَخلاقیات کے درس کی حد تک رہ گئی ہے۔

امام الحج نے اپنے خطبۂ مبارکہ میں قبلۂ اول، فلسطین، شام، یمن، عراق وغیرہ کے مسلمانوں کا ذکر کیا، لیکن تقریباً دو ماہ سے مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کو ہندوستان کی سات لاکھ افواج نے محصور کر رکھا ہے، کرفیو کی حالت میں ہیں، کاروبارِ زندگی معطّل ہے، جمعۃ المبارک اور عید کی نماز بھی بعض مقامات پر ادا نہیں کی جا سکی، بڑی تعداد میں نوجوانوں کو چھرے دار بندوقوں کا نشانہ بنا کر ان کے چہرے زخمی کر دیے گئے، وہ بینائی سے محروم کر دیے گئے، ایک سو سے زائد افراد جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔ لیکن امام الحج نے ان مظلومین کو اپنی دعاؤں میں بھی یاد نہیں کیا، ان کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ جہادِ افغانستان کے زمانے میں حرمینِ طیبین کے خطبات اور حج کے خطبات میں افغانستان کے مجاہدین کے حق میں اور مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لیے تسلسل کے ساتھ دعائیں مانگی جاتی تھیں، لیکن وقت کے ساتھ ترجیحات اور پسند و ناپسند کے پیمانے بدل جاتے ہیں اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان کا رسوخ اور سیاسی دباؤ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات پر حاوی ہو چکا ہے، کیونکہ وہاں کے خطبات کا متن یا نکات ریاض سے آتے ہیں۔

امام الحج نے بجا طور پر علماء کو اُن کی ذمے داریوں کی طرف متوجہ کیا اور اِفراط و تفریط سے بچتے ہوئے توسط و اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی تعلیم دی اور بتایا کہ نہ تو دین میں غیر ضروری شدت ہونی چاہیے اور نہ ہی بے جا رعایت و نرمی ہونی چاہیے، جسے قرآنِ کریم میں مُداہنت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انہوں نے رحمۃ للعالمین ﷺ کے اَخلاقِ کریمانہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اِس ارشادِ مبارک کا حوالہ دیا: "پس یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہی کا فیضان ہے کہ آپ اُن (صحابۂ کرام) کے لیے نرم دل ہیں اور اگر آپ تُند مزاج اور سخت دل ہوتے، تو یہ آپ کے اردگرد سے تتر بتر ہو جاتے، (آل عمران: 159)"۔ پس امام الحج اور ائمۂ حرمینِ طیبین کی ذمے داری ہے کہ وہ ایک خاص مکتبِ فکر کی سرپرستی کی بجائے امت کے تمام مسلمہ مکاتبِ فکر کے لیے گنجائش پیدا کریں تاکہ حجازِ مقدس حقیقی معنی میں امت کی اجتماعیت کا مرکز قرار پائے۔

امام الحج نے ذرائع اِبلاغ یعنی پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذمے داران کو تاکید اور وصیت کی کہ اپنے فن اور زبان و قلم کی قوت کو دین کے دفاع کے لیے استعمال کرو، ہر قسم کے تفرقے سے بچتے ہوئے امت میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے لیے استعمال کرو، اپنی صلاحیتوں کو امت کے لیے ضُعف کا سبب نہ بناؤ بلکہ اِسے امتِ مسلمہ کی طاقت بناؤ۔ آج کے دور میں ذرائع ابلاغ ایک ایسی دودھاری تلوار ہے کہ جسے ذمے داری کے ساتھ استعمال کرنا بے حد ضروری ہے۔ انہوں نے نوجوانوں کو اِتباعِ دین کی تلقین کی اور تربیت دینے والوں کو اُن کی ذمے داریوں سے آگاہ کیا۔

(روزنامہ دنیا، 19 ستمبر 2016ء)